



نوٹ: یہ تفصیلی اسائنمنٹ طلبہ کی رہنمائی اور امتحانی تیاری کے لیے فراہم کی گئی ہے۔ سیرقہ (Plagiarism) سے بچنے کے لیے براہ کرم اسے اپنے الفاظ میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ تحریر کریں۔

امتحانی مشق نمبر 1

سوال 1: صفاتِ الہیہ کے تقاضوں کا مفہوم اور انسان کی ذمہ داریاں تفصیل سے بیان کریں۔

صفاتِ الہیہ کا مفہوم اور اہمیت:

صفاتِ الہیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ خاص خوبیاں، پاکیزہ نام اور کامل صفات ہیں جو صرف اور صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کو رحیم، کریم، خالق، مالک، رزاق، علیم، خیر اور قدوس جیسے بے شمار خوبصورت ناموں سے پکارا گیا ہے۔ ان تمام صفات کا بنیادی مقصد انسان کو اس کے خالق کی حقیقی پہچان کروانا ہے، تاکہ بندہ یہ جان سکے کہ اس کا رب کتنا طاقتور، غفور اور مہربان ہے۔ جب انسان اللہ کی صفات کو پہچان لیتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی محبت اور خوف دونوں پیدا ہوتے ہیں جو اسے گناہوں سے بچاتے ہیں۔

انسان کی ذمہ داریاں (صفات کے تقاضے):

جب ایک سچا مسلمان اللہ کی صفات کو پہچان لیتا ہے، تو اس پر کچھ بھاری ذمہ داریاں اور تقاضے عائد ہوتے ہیں، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

1. عقیدہ توحید کا کامل اقرار: جب انسان صدقِ دل سے مان لیتا ہے کہ پیدا کرنے والا اور

رزق دینے والا صرف اللہ ہے، تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ عبادت بھی صرف اسی کی کرے۔

2. عدل اور رحم کا عملی مظاہرہ: اللہ تعالیٰ بے حد عادل اور بے انتہا رحیم ہے۔ لہذا انسان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی اور معاملات میں کامل انصاف سے کام لے اور اللہ کی کمزور مخلوق پر رحم کرے۔

3. صبر اور شکر کی پختہ عادت: اللہ کے پیارے نام 'الصبور' اور 'الشکور' ہیں۔ ایک بندے کو چاہیے کہ وہ مصیبت کے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرنے کے بجائے صبر کرے اور نعمت ملنے پر اللہ کا سچے دل سے شکر ادا کرے۔

4. گناہوں سے پرہیز (القدوس کی پہچان): اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنا ظاہر اور باطن دونوں پاک رکھے، اور جھوٹ، فریب، اور حرام خوری سے خود کو محفوظ رکھے۔

5. توکل اور حتمی بھروسہ: اللہ 'الرزاق' ہے۔ اس بات کا کامل یقین انسان کو دنیاوی للچ سے بچاتا ہے۔

سوال 2: توحید کے اثرات کے تحت ایک مومن کی معاشی زندگی کس طرح تبدیل ہوتی ہے؟

عقیدہ توحید دین اسلام کا سب سے بنیادی اور مضبوط ستون ہے۔ اس کا مطلب صرف اللہ کو ایک ماننا نہیں ہے، بلکہ انسان کی زندگی کے ہر پہلو (بشمول اس کی معاشیات اور روزگار) کو اللہ کے تابع کر دینا ہے۔ عقیدہ توحید ایک سچے مومن کی معاشی (مالی) زندگی میں درج ذیل انتہائی مثبت اور گہرے اثرات مرتب کرتا ہے:

1. حلال و حرام کی واضح تمیز: توحید پر پختہ یقین رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ رزق کا اصل مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے وہ رزق کمانے کے لیے کبھی بھی رشوت، دھوکہ دہی،

ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، یا چوری کا سہارا نہیں لیتا۔

2. سود (Riba) سے مکمل اجتناب: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سود کو حرام قرار دیا ہے۔ ایک سچا مومن کبھی بھی سودی لین دین کے قریب نہیں جاتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سود معاشی استحصال اور غریب کی تباہی کی جڑ ہے۔

3. زکوٰۃ اور صدقات کی خوش دلی سے ادائیگی: توحید انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ اس کا مال صرف اس کی ذات کی ملکیت نہیں، بلکہ اس میں غریبوں، مسکینوں، اور رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ مومن خوش دلی سے زکوٰۃ نکالتا ہے جس سے معاشرے میں معاشی توازن پیدا ہوتا ہے۔

4. قناعت اور فضول خرچی سے پرہیز: اللہ پر یقین رکھنے والا شخص دنیاوی دکھاوے اور فخر و غرور سے بچتا ہے۔ یہ قناعت اسے معاشی پریشانیوں، ذہنی دباؤ، اور قرض کے بھاری بوجھ سے محفوظ رکھتی ہے۔

5. امانت داری اور دیانت کا فروغ: توحید کے اثر سے مومن اپنے کاروباری اور تجارتی معاملات میں سو فیصد شفافیت لاتا ہے۔ وہ گاہک کو دھوکہ نہیں دیتا۔

سوال 3: "عبادات کا مقصد رسومات کی ادائیگی نہیں بلکہ رضائے الہی ہے"۔ اس کی وضاحت کریں۔

دین اسلام میں عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کا مقصد محض کچھ جسمانی حرکات، ظاہری مشقت، یا صدیوں پرانی روایتی رسومات کو پورا کرنا ہرگز نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں بار بار اس بات پر انتہائی زور دیا گیا ہے کہ ہر چھوٹی یا بڑی عبادت کی اصل روح 'اخلاص' اور صرف 'رضائے الہی' کا حصول ہے۔

رسومات اور حقیقی عبادت میں واضح فرق:

دنیا کے دیگر تمام مذاہب میں رسم و رواج محض اپنی ثقافت کو زندہ رکھنے، یا معاشرے کو

دکھانے کے لیے ادا کیے جاتے ہیں، لیکن اسلام میں عبادت انسان کے قلب (دل) کو یکسر تبدیل کرنے اور اسے پاک کرنے کا ذریعہ ہے۔

* نماز (صلوة): نماز صرف صبح شام اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا حقیقی مقصد انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکنا ہے۔ اگر لمبی نمازیں پڑھنے کے بعد بھی انسان برے کام کرے، تو وہ عبادت نہیں رسم ادا کر رہا ہے۔

* روزہ (صوم): روزہ صرف صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا بنیادی مقصد انسان میں تقویٰ پیدا کرنا اور امیروں کو غریبوں کی بھوک کا احساس دلانا ہے۔

* حج اور زکوٰۃ: یہ محض سفر کرنے یا پیسے بانٹنے کا عمل نہیں، بلکہ دل سے مال کی محبت نکال کر اللہ کی محبت بسانے کا ذریعہ ہیں۔

رضائے الہی اور اخلاص کی اہمیت:

اگر کوئی شخص لوگوں کو دکھانے (ریاکاری) کے لیے لاکھوں روپے خیرات کرے یا لمبی نمازیں پڑھے، تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی اجر نہیں کیونکہ اس میں اللہ کی رضا شامل نہیں تھی۔ سچی عبادت وہی ہے جو خالصتاً اللہ کو راضی کرنے کے لیے کی جائے۔

سوال 4: قرآن مجید کی وہ دعائیں جو انبیاء نے مانگیں، ان کی اہمیت اور اثرات پر نوٹ لکھیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرامؑ کی دعاؤں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، جو نہ صرف ان کی مشکلات میں اللہ کی مدد کا ذریعہ بنیں، بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے رہنمائی کا بہترین نمونہ بھی ہیں۔

انبیاء کی مشہور قرآنی دعائیں:

1. حضرت آدمؑ کی دعا: جب ان سے لغزش ہوئی تو انہوں نے مغفرت کے لیے فرمایا: "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا..." (اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم خسارے میں رہیں گے)۔ یہ دعا توبہ اور عاجزی کی بہترین مثال ہے۔
2. حضرت نوحؑ کی دعا: جب قوم نے انہیں جھٹلایا اور حد سے گزر گئے تو انہوں نے دعا کی: "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا" (اے میرے رب! زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ چھوڑ)۔ اس دعا کے نتیجے میں ظالم قوم طوفان نوح میں غرق ہوئی۔
3. حضرت ابراہیمؑ کی دعا: انہوں نے کعبہ کی تعمیر کے وقت اپنی نسل کو شرک سے بچانے اور مکہ کو امن کا شہر بنانے کی دعا کی: "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي..."
4. حضرت موسیٰؑ کی دعا: فرعون کے پاس تبلیغ کے لیے جانے سے پہلے انہوں نے سینہ کشادہ کرنے کی دعا کی: "رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي"۔

دعاؤں کی اہمیت اور اثرات:

یہ دعائیں ہمیں سکھاتی ہیں کہ حالات چاہے کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں، انسان کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے اور ہر مشکل میں صرف اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔

سوال 5: محدثین کے سفرِ حدیث (طلب علم کے لیے اسفار) کے ایمان افروز واقعات بیان کریں۔

احادیثِ نبوی ﷺ (حضور ﷺ کے اقوال اور افعال) اسلام کا دوسرا سب سے بڑا اور اہم ماخذ ہیں۔ ان احادیث کو اصلی حالت میں محفوظ رکھنے اور بعد والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے 'محدثین' (علمِ حدیث کے ماہرین) نے جو عظیم قربانیاں دیں، وہ تاریخِ اسلام کا روشن ترین باب ہے۔ ان بزرگوں نے صرف ایک حدیث کی تصدیق کے لیے مہینوں اور سالوں تک دور دراز کے خطرناک سفر کیے، جنہیں "رحلۃ فی طلب الحدیث" (سفرِ حدیث) کہا جاتا ہے۔

ایمان افروز واقعات اور قربانیاں:

1. امام بخاریؒ کا سفر علم: امام بخاریؒ نے علم حدیث کی تلاش میں بغداد، حجاز، مصر، اور شام کے طویل سفر کیے۔ ایک مرتبہ وہ مسلسل پیدل چلتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ بچا اور انہوں نے گھاس کھا کر گزارہ کیا، مگر علم کی جستجو نہ چھوڑی۔
2. حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا واقعہ: مشہور صحابی حضرت جابرؓ نے صرف ایک حدیث رسول ﷺ کی تصدیق کے لیے مدینہ سے شام (سیریا) تک کا ایک مہینے کا طویل سفر کیا۔ جب وہ شام پہنچے تو حدیث سن کر بغیر آرام کیے واپس مدینہ لوٹ آئے۔
3. امام احمد بن حنبلؒ کا استقامت بھرا سفر: امام احمدؒ نے علم کے حصول کے لیے بے شمار خطرات کا سامنا کیا۔ انہوں نے اپنا سارا مال سفر حدیث میں خرچ کر دیا، حتیٰ کہ بوجھ اٹھانے کی مزدوری کر کے اپنے سفر کے اخراجات پورے کیے۔

ان اسفار کا مقصد: محدثین کی اس انتھک محنت کا واحد مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب نہ ہو جائے (ضعیف یا موضوع احادیث کا مکمل خاتمہ کیا جائے)۔

امتحانی مشق نمبر 2

سوال 1: اسوہ رسول ﷺ کو اپنانے سے موجودہ عالمی مسائل کا حل کیسے ممکن ہے؟

آج کی جدید دنیا بے پناہ سائنسی اور ٹیکنالوجیکل ترقی کے باوجود شدید اخلاقی، سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل کے ایک گہرے بھنور کا شکار ہے۔ آج دنیا میں جنگیں، ظلم، غربت، مذہبی منافرت، اور ماحولیاتی تباہی انسان کا سکون چھین رہے ہیں۔ ان تمام عالمی، سنگین اور پیچیدہ مسائل کا واحد اور پائیدار حل حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ (اسوہ حسنہ) کو اپنانے میں ہی

پوشیدہ ہے۔

عالمی مسائل کا حل اور اسوہ رسول ﷺ کا عملی کردار:

1. عالمی امن اور رواداری کا قیام: آج دنیا رنگ، نسل، اور مذہب کی بنیاد پر شدید تقسیم ہے۔ حضور ﷺ نے یثاقِ مدینہ اور فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کی جو عظیم الشان مثالیں قائم کیں، وہ آج بھی پر امن بقائے باہمی کی بہترین کنجی ہیں۔ آپ ﷺ نے اقلیتوں (Minorities) کے جان و مال کے حقوق کی مکمل حفاظت کی تعلیم دی۔

2. معاشی استحصال اور عالمی غربت کا خاتمہ: موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اور سود نے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے سودی نظام کو حرام قرار دیا۔ اس کے متبادل کے طور پر آپ ﷺ نے زکوٰۃ، صدقات، اور 'مواخاتِ مدینہ' کا وہ بے مثال نظام پیش کیا جس سے دولت چند ہاتھوں میں جمع ہونے کے بجائے پورے معاشرے میں گردش کرتی ہے۔

3. عدل و انصاف کی غیر جانبدارانہ فراہمی: آج دنیا کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ کمزور کے لیے اور قانون ہے، اور طاقتور کے لیے اور۔ حضور ﷺ نے ایک چوری کے واقعے پر فرمایا تھا کہ "اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔" یہ بے لاگ نظامِ عدل ہی دنیا سے جرائم ختم کر سکتا ہے۔

4. نسلی امتیاز اور انتہا پسندی کا خاتمہ: خطبہ حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ "کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"

سوال 2: اسلامی معاشرے کی وہ پانچ خصوصیات لکھیں جو اسے دیگر معاشروں سے ممتاز (الگ) کرتی ہیں۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایک منفرد اور پاکیزہ معاشرتی نظام عطا کرتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی معاشرے کی وہ پانچ نمایاں خصوصیات جو اسے دنیا کے دیگر سیکولر اور مادی معاشروں سے بالکل الگ اور اعلیٰ مقام دیتی ہیں، درج ذیل ہیں:

1. توحید اور آخرت پر پختہ یقین (Accountability): اسلامی معاشرے کی سب سے بنیادی اور طاقتور خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر فرد دل سے مانتا ہے کہ وہ اپنے ہر چھوٹے بڑے عمل کے لیے موت کے بعد اللہ کو جوابدہ ہے۔ یہ آخرت کا خوف انسان کو تنہائی میں بھی جرائم، کرپشن، اور ظلم سے باز رکھتا ہے۔

2. عدل و انصاف کی مساوی فراہمی: اسلامی معاشرے میں انصاف کے ترازو امیر، غریب، حکمران اور عام شہری کے لیے بالکل برابر ہوتے ہیں۔ یہاں طبقاتی فرق، سفارش، یا وی آئی پی کلچر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ حقدار کو اس کا حق دینا ریاست کی سب سے پہلی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

3. مساوات اور اخوت (سچا بھائی چارہ): دیگر مغربی معاشروں میں انسان کو اس کی دولت، بنگے، رنگ یا نسل سے پہچانا جاتا ہے، جبکہ اسلامی معاشرے میں عزت اور فضیلت کا معیار صرف 'تقویٰ' (پرہیزگاری) ہے۔ امیر اور غریب کا ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا، مساوات کی اعلیٰ ترین عملی مثال ہے۔

4. پاکیزہ اخلاقیات اور حیا کی پاسداری: سچ بولنا، امانت کی حفاظت کرنا، وعدہ پورا کرنا، اور بڑوں کا ادب اس کی پہچان ہیں۔ اسلام بے حیائی، فحاشی، اور خاندانی رشتوں کے تقدس کو

پامال کرنے والے تمام راستوں کو سختی سے بند کرتا ہے۔

5. ہمدردی اور سماجی کفالت کا بہترین نظام: زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر، اور وراثت کے الہامی قوانین کے ذریعے معاشی طور پر کمزور افراد (یتیموں، بیواؤں) کی کفالت کی مکمل ریاست اور معاشرے کی سطح پر ضمانت دی جاتی ہے۔

سوال 3: غصے پر قابو پانے اور معاف کرنے کے عمل کا 'حقوق العباد' سے کیا تعلق ہے؟

اسلام میں حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما سکتا ہے، لیکن حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک وہ بندہ خود معاف نہ کر دے۔ غصے پر قابو پانا اور معاف کرنا حقوق العباد کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

غصے پر قابو پانا (کظم الغیظ):

غصے کی حالت میں انسان اکثر گالی گلوچ اور ظلم کر بیٹھتا ہے، جو کہ دوسروں کے حقوق کی پامالی ہے۔ جب انسان اپنے غصے کو پی جاتا ہے، تو وہ دراصل دوسروں کی عزت نفس اور جان و مال کے حقوق کو محفوظ بناتا ہے۔ احادیث میں غصہ پی جانے والے کو حقیقی بہادر قرار دیا گیا ہے۔

معاف کرنے کا عمل (عفو و درگزر):

جب کوئی شخص آپ کے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ لینا آپ کا حق ہے، لیکن انتقام کی آگ معاشرے میں دشمنی پھیلاتی ہے۔ جب آپ کسی کو معاف کر دیتے ہیں، تو آپ حقوق العباد کی

ادائیگی میں احسان کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ معاف کرنے سے دلوں کی نفرتیں ٹٹی ہیں اور ٹوٹے ہوئے رشتے جڑ جاتے ہیں۔

سوال 4: حقوق العباد کی پامالی (خلاف ورزی) سے معاشرے میں پیدا ہونے والے بگاڑ کا جائزہ لیں۔

حقوق العباد کی ادائیگی ایک پر امن معاشرے کی جان ہے۔ اگر کوئی معاشرہ حقوق العباد کی پامالی شروع کر دے، تو ہر طرف بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے خطرناک اثرات درج ذیل ہیں:

1. ظلم اور بد امنی کا راج: جب طاقتور کمزور کا حق مارتا ہے، اور عدالتوں سے انصاف نہیں ملتا، تو لوگ مایوس ہو کر قانون اپنے ہاتھ میں لینے لگتے ہیں جس سے قتل و غارت گری میں اضافہ ہوتا ہے۔

2. رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ: والدین کے حقوق، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرنے سے خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ خود غرضی عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

3. معاشی عدم استحکام اور غربت: مزدور کو اس کی مزدوری نہ دینا، یتیم کا مال کھانا، ناپ تول میں کمی کرنا، اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا بدترین خلاف ورزیاں ہیں۔ اس سے غریب طبقہ شدید معاشی بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔

4. اخلاقی گراؤٹ: جب جھوٹ، غیبت، تہمت، اور دھوکہ دہی عام ہو جائیں، تو معاشرے سے اعتبار اور بھروسہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا۔

سوال 5: "تعلیم نسواں" (خواتین کی تعلیم) کی اہمیت اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی فراہم کردہ ترغیبات پر بحث کریں۔

ایک ماں، بہن، اور بیٹی کی حیثیت سے آنے والی نسلوں کی تربیت کی مکمل ذمہ داری عورت کے کاندھوں پر ہوتی ہے۔ اگر عورت جاہل رہے گی، تو پوری قوم جہالت کے اندھیروں میں ڈوب جائے گی۔ اسی لیے اسلام نے تعلیم نسواں (Women's Education) کو انتہائی اہمیت دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ترغیبات اور اقدامات:

زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس تاریک سوچ کو ختم کیا اور علم کے دروازے خواتین کے لیے کھول دیے۔

1. تعلیم کو فرض قرار دینا: آپ ﷺ کا مشہور فرمان ہے: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے)۔

2. خواتین کے لیے تعلیم کا دن مقرر کرنا: مدینہ کی خواتین کی گزارش پر آپ ﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ہفتے کا ایک خاص دن مقرر فرمایا۔

3. ازواجِ مطہرات کا علمی کردار: حضور ﷺ نے اپنے گھر کو علم کا سب سے بڑا مرکز بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم حدیث، فقہ اور طب کی بہت بڑی عالمہ تھیں، جنہوں نے 2210 احادیث روایت کیں۔

4. لونڈیوں کی تعلیم کی ترغیب: آپ ﷺ نے اس شخص کے لیے دگنے اجر کی بشارت دی جو اپنی لونڈی کو بہترین تعلیم و تربیت دے۔

Best of Luck for Your Exams!

For More Free AIOU Solved Assignments, Test Preparation MCQs, and Government Job Alerts, scan this QR code or visit our website directly.

